والے علماء و فقہاء اور مفسرین اس اجماع سے باہر نہ جاتے۔ لہٰذا اسے اگر اجماعی مسئلہ قرار دیا جائے تو پھر اس صورت میں امام کاسانیؒ، قاضی ظہیر الدینؒ، علامہ ابن نجیمؒ، علامہ ابن عابدینؒ اور علامہ شہاب الدین آلوسیؒ وغیرہ کو اجماعِ اُمت توڑنے والے قرار دینا پڑے گا۔

اور دوسری بات یہ کہ نہ صرف قرآن و حدیث سے بلکہ خود ائمہ لغت کی تحقیق کی رُو سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ فی سبیل اللہ کا واحد مفہوم جہاد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے دوسرے معانی بھی آئے ہیں۔ اور پھر خود لفظ "جہاد" کے معنی بھی لازمی طور پر جنگ و جدال کرنے یا تلوار اٹھانے کے نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں "قولی جہاد" اور اس کی مناسبت سے علمی و قلمی جہاد بھی شامل ہے۔ چنانچہ یہ بات خود قرآن، حدیث اور ائمہ لغت و حدیث کی تحقیقات میں بالصراحت موجود ہے، جیسا کہ تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ معترض کے دعووں کی اصل بنیاد ہی غلط ہے تو اس غلط بنیاد کے اوپر جو عمارت تعمیر ہوگی، وہ ٹیڑھی رہے گی، اگرچہ وہ ثریا تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے۔ ؎

خشتِ اوّل گر نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج

گمراہ کون ہے؟

غرض معترض نے پہلے تو ایک خودساختہ اور خانہ ساز پیمانہ قائم کیا کہ فی سبیل اللہ سے جہاد یا حج مراد ہونے پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہے۔ اور پھر اپنے ہی زعم میں اس خودساختہ پیمانے سے پوری دنیا کی "علمیت" کا جائزہ لینے بیٹھ گئے۔ اور آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنے اس خودساختہ نظریہ سے باہر قدم نکالنے والے دورِ حاضر کے بعض اہلِ قلم (غالباً ان کی مراد نواب صدیق حسن خانؒ اور سید رشید رضا سے ہوگی۔) پر بے تکلف نہ صرف اجماعِ امت کو توڑنے کا الزام عائد کر دیا بلکہ یہاں تک کہنے کی جسارت کر ڈالی کہ اس قسم کی حرکت نہ صرف سنگین تحریف ہے بلکہ ایک بہت بڑی گمراہی بھی ہے، جس کا ارتکاب اب تک کسی نے بھی نہیں کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ معترض نے یہاں تک دعویٰ

کردیا کہ احادیث و آثار اور متقدمین کی تفاسیر سے قطع نظر کرکے صرف لغت کے ذریعہ قرآن کی تفسیر کرنے کا رجحان موجودہ مغربی عقلیت کا پیدا کردہ ہے۔ جو عصرِ جدید کا ایک فتنہ ہے، جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں۔

"تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں دوسرے فاسد رجحانات کی طرح یہ رجحان بھی پروان چڑھا کہ احادیث و آثار، متقدمین کی تفاسیر سے قطع نظر صرف لغت اور عربی ادب کے ذریعہ قرآن کی تفسیر کی جائے۔ تفسیر کے سلسلہ میں یہ منحرف رجحان بعض گمراہ فرقوں میں ماضی میں موجود تھا۔ انیسویں صدی میں زور پکڑنے والی "مغربی عقلیت" نے اس مردہ رجحان کو نئی زندگی بخشی، مغربی فکر و فلسفہ کی اسحر انگریزی کے زمانہ میں بیسویں صدی کے بعض قابل قدر مفسرین بھی غیر شعوری طور پر اس رجحان سے متاثر ہوگئے۔" [۵]

اس موقع پر معترض نے جس تفسیری رجحان کو عصرِ جدید کی پیداوار قرار دیا ہے وہ تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کی پیداوار نہیں بلکہ فی الواقع دوسری اور تیسری صدی ہجری کی پیداوار ہے جسے کسی اور نے نہیں بلکہ خود فقہائے احناف نے رواج دیا تھا، جیسا کہ اگلے صفحات میں ثابت کیا جائے گا۔ لہٰذا اس کو ایک درآمد شدہ رجحان قرار دینا اپنے ہی گھر کے اندرونی حال سے ناواقفیت کا ثبوت یا جان بوجھ کر عوام کو گمراہ کرنے کی ایک مذموم حرکت ہے۔ اور یہ الزام بالفرض اگر صحیح بھی ہے تو پھر جیسا کہ عرض کیا جا چکا اس کی زد سب سے پہلے امام کاسانی سے لے کر علامہ سید سلیمان ندوی تک بھی کبار علماء اور ائمہ و مفسرین پر پڑتی ہے، نواب صدیق صاحب، اور رشید رضا وغیرہ کو ناحق قربانی کا بکرا بنایا گیا ہے۔

بہرحال "پچھلے صفحات میں معترض کی پیش کردہ "واحد حدیث" پر گفتگو ہو چکی ہے کہ فہمِ حدیث میں ان کا پایہ کس قدر ہے۔ اگر اس قسم کے "احادیث و آثار

---

[۵] ملاحظہ ہو ماہنامہ الفرقان بابت اپریل ۱۹۸۸ ص ۲۶ - ۲۷ -

کو ستا رہا ہو کہ وہ اتنا بڑا دعویٰ کرتے ہوں، تو یہ بات نہ صرف اُن کی تہی مائیگی اور دعویٰ بلا ثبوت کی دلیل ہے بلکہ یہ بات ساری دنیا کو بے وقوف بنانے کی بھی ایک مذبوحی حرکت ہے۔ اب اس کے مقابلے میں راقم سطور اگلے صفحات میں ایک نہیں کئی حدیثیں پیش کرے گا کہ فی سبیل اللہ کا مصداق حج کے علاوہ اور کن چیزوں پہ ہوتا ہے۔ جبکہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہونے پر کوئی ایک حدیث بھی صراحتاً پیش نہیں کی جا سکتی، اور نہ قرآن ہی کی کسی آیت سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد مطلق طور پر جہاد اور وہ بھی عسکری جہاد ہے۔ جبکہ بعض آیات اس نظریہ کا کلی طور پر انکار کرتی ہیں۔ خصوصاً سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۰، جو زکاۃ سے متعلق ہے اور اس میں فی سبیل اللہ کے الفاظ بھی مذکور ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر یہاں پر جہاد مراد لیا جائے تو پھر مطلب پوری طرح خبط ہو جاتا ہے اور اہل اسلام مصیبت میں پڑ جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل اگلے صفحات میں آ رہی ہے۔
لہٰذا قرآن اور حدیث سے ناواقف ہو کر اتنا بڑا دعویٰ کرنا "جہل مرکب" کا ایک واضح اور بیّن ثبوت ہے۔ (جہل مرکب کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نہ صرف کوئی غلط دعویٰ کرے بلکہ اس پر اصرار بھی کرے۔)

اب جہاں تک متقدمین کی تفاسیر کا تعلق ہے تو انہوں نے اپنے دور کے لحاظ سے مختلف حدیثوں میں سے بعض حدیثوں کی بنیاد پر ایک مفہوم مراد لیا۔ اور اس سلسلے میں خود فقہاء کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس سے جہاد مراد لیا جائے یا حج، وہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ حدیثوں میں جب ایک سے زیادہ مفہوم مذکور ہیں تو ان کی بنیاد پر وقت اور حالات کے لحاظ سے کوئی بھی مفہوم مراد ہو سکتا ہے۔ اس اعتبار سے دین و شریعت میں اصل چیز نصوص (قرآن اور حدیث کے واضح بیانات) ہیں نہ کہ فقہاء کا فہم و قیاس، اور یہ بات خود فقہاء کے قائم کردہ اصولوں سے بخوبی ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ یہ حقیقت ان لوگوں پر بخوبی واضح ہوگی جو اصول فقہ سے کچھ بھی مناسبت رکھتے ہوں۔ قرآن اور حدیث کے نصوص دائمی اور ابدی ہوتے ہیں۔ مگر ان کے مقابلے میں فقہائے کرام کا فہم و قیاس ان کے پورے پورے احترام کے ساتھ، وقتی و عارضی ہوتا ہے لہٰذا